OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 134-148

بلھے شاہؒ کی صوفیانہ فکر کا تجزیاتی و تقابلی جائزہ

An Analytical and comperative review of mystic thinking of Bullay Shah

Dr. Asma Ghulam Rasool
Assistant Professor
Incharge Department of Punjabi
Govt.College University,Faisalabad
Dr. Matloob Ahmad
Associate Professor
Department of Islamic Studies
Govt.College University,Faisalabad

Abstract

We find a countless topics of religion and world in the writings of Hazrat Bhullay shah,who is a popular mystic poet of Punjabi language.Tasawwuf is an important and prominent feature of his poetry.Tasawwuf has been a favorite topic of sufi poets from the beginning.We observe the existence of mysticism not only in Persian language & literature rather it is found in Punjabi language & literature abundantly.In this article, the poetry of Bhullay shah has been evaluated critical and research point of view.

کلیدی الفاظ:

قرآن، کلمہ، نفس، شریعت، تصوف، علم، پنجابی زبان و ادب، عبادت و ریاضت، انسان، حق، زہد و تقویٰ، تذکیہ، طہارت قلب، برداشت، عمل صالح، افکار، جہالت، شیخ، تکبر، خود نمائی،

قربت الہی، اطاعت رسول اخوت۔ تصوف اسلامی تعلیمات کی ایک عملی صورت ہی کا نام ہے۔ جسکے تحت صوفیاء کرام اسلام کی تعلیمات کا درس اسطرح دیتے ہیں۔ کہ جس سے انکے معتقدین اور مریدین عملی طور پر اپنے آپ کو تذکیہ نفس اور طہارت قلب کے حصول کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔ کیونکہ صوفی ہی بنیادی طور پر دل پر آئے رنگ کو اپنی دعوت و تبلیغ کے ذریعے صاف کرتا ہے۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تصوف نے لوگوں کے تخیلات عمل، کردار اور عقائد پر گہرا اثر ڈالا ہے اور کئی بہترین دل و دماغ رکھنے والی فاضل، عالم اور شاعر شخصیات کو اپنی طرف کھینچا ہے اس لئے صوفیائے کرام کا تاریخی کردار بھی ایک قابل غور عمل ہے چونکہ ہر قسم کا عمل قوموں کی روحانی زندگی سے ایک نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے اس لئے صوفیائے کرام کی عملی تعلیم نے معاشرہ کی تعمیر اور تطہیر، اصلاح اور فلاح و بہبود کے لئے اہمکردار ادا کیا ہے۔

صوفیاء کرام کا لوگوں تک تعلیمات تصوف کو پہنچانے کا اپنا ایک رنگ اور انداز ہوتا ہے۔ کچھ نے درس اور تقاریر کو دوسروں نے تصانیف و تالیفات سے اور کچھ نے شاعرانہ کلام سے اپنی اپنی صوفیانہ افکار اور جہات کو اختیار کیا۔ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں کہ:

"سلسلہ قادریہ کے کئی بزرگوں نے شعر کے ذریعے عرفان اور اایقان کا پیغام پھیلایا۔ انہوں نے فارسی کے علاوہ پنجابی، سرائیکی اور سندھی زبان میں شاعری کی اور اپنے جذبات، احساسات اور واردات کا ذکر کیا۔ پنجابی زبان کے بلند پایا شعراء مثلاً شاہ حسین، بلھے شاہ، شرف شاہ مراد اور سلطان باہو معروف ہیں اور انکا بھی تعلق تصوف کے سلسلہ قادریہ سے ہی تھا۔ ان شعراء میں تصوف کے میدان میں حضرت بلھے شاہ کو انکے کلام کی وجہ سے امتیازی مقام حاصل ہے۔" (۱)

پنجابی زبان و ادب کے صوفیاء کرام میں سے بلّھے شاہ نڈر اور بے باک صوفی شاعر ہیں۔ اتنا عرصہ بیت جانے کے باوجود ان کے کلام کی رشماں پورے جوبن کے ساتھ نظر آتی ہے۔ آپ کا اصل نام سید محمد عبداللہ شاہ تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے بارے میں عارف عبدالمتین لکھتے ہیں:

"بلّھے شاہ نے عبداللہ شاہ دے ناں نال سخی شاہ محمد درویش دے گھر ۱۶۸۰ء وچ جنم لِتا۔ جیہڑے علاقہ سندھ دے پنڈ اچ گیلانیاں دے وسنیک سن۔"(۲)

جب آپ چھ برس کے ہوئے تو آپ کا خاندان ساہیوال سے ہوتا ہو اپانڈو کے بھٹیاں آکر رہائش پذیر ہو گیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے باپ سخی محمد درویش سے حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے سلسلے میں قصور کے امام حافظ غلام مرتضیٰ سے عربی، فارسی اور ہندی زبانوں کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت، فقہ کی بھی تعلیم حاصل کی۔ حافظ غلام مرتضیٰ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے والد گرامی کی اجازت سے لاہور تشریف لے آئے اور شاہ عنایت قادریؒ سے تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اپنے پیرو مرشد کے حکم سے آپ نے چناب کے کنارے چلّے میں بھی کئی سال مصروف رہے۔

اپنے مرشد پاک سے دینی و دنیاوی علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے پنجابی زبان وادب کی مشہور اصناف کافی، اٹھوار اور باراں ماہ میں طبع آزمائی کی۔ پر سب سے زیادہ مشہوری کا باعث آپ کی لکھی ہوئی کافیاں ہیں۔ جو کہ قرآن وحدیث اور دین اسلام کا پرچار کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ حمید اللہ ہاشمی آپ کی شاعری کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

"بلّھے شاہ نے تقریباً ڈیڑھ سو کافیاں، اک اٹھوارہ، اک بارہ ماہ، تِن سی حرفیاں کجھ گنڈھاں تے کجھ دوہے لکھنے نیں۔" (۳)

آپ نے ساری زندگی شادی نہیں کی۔ آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں عارف عبدالمتین یوں رقم طراز ہوتے ہیں: "بلّھے شاہ دی وفات ۱۷۵۸ء وِچ ہوئی۔" (۴) آپ کا عرس مبارک ہر سال بھادوں کی ۱۰ تاریخ کو دربار بابا بلّھے شاہ قصور میں ہوتا ہے۔

حضرت بلھے شاہؒ کی صوفیانہ فکر اور سوچ اس وقت ہی رنگ لائی جب آپ نے باقائدہ شاہ عنایت قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ ءارادت میں شامل ہو گئے۔ "حضرت عنایت شاہ قادریؒ آرائیں ذات سے تعلق رکھتے تھے جبکہ حضرت بلھے شاہؒ سید تھے (۵) آپکے عزیز و اقارب کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انہوں نے کوشش کی کہ بلھے شاہ اور عنایت شاہ کا یہ تعلق قائم نہ رہ سکے "وہ

اکٹھے ہو کر بلھے شاہ کو سمجھانے لگے کہ تو نبی ﷺ کی آل اور اولاد علی ہو کر ایک آرائیں کا مرید ہو کر اپنے خاندان کے نام و نمود پر بٹہ لگایا ہے"(۶) مگر چونکہ صوفی کی پہلی منزل فنافی الشیخ ہونا ہوتی ہے۔ کیونکہ بلھے شاہؒ ایک تصوف کے رنگ میں رنگ چکے تھے اور ہر وقت اپنے شیخ کی محبت قربت اور تصور میں اس حد تک جذب کی کیفیت میں آچکے تھے اسلئے اپنے رشتہ داروں کو اسطرح جواب دیا۔

بلھے نوں سمجھاون آئیاں بھیناں تے بھرجائیاں
آل نبی اولاد علی دی بلھیا!توں کیہ لیکاں لائیاں
من جا بلھیا ساڈا کیہنا چھڈ دے پلا رائیاں
بلھے شاہ نے انکااسطرح میں جواب دیا
جیہڑا سانوں سید آکھے دوزخ ملن سزائیاں
جیہڑا سانوں آرائیں آکھے بہشتیں پینگاں پائیاں (۷)

بلھے شاہؒ کو چونکہ اپنے شیخ و مرشد سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی اور آپکے شیخبھی اپکو تصوف اور صوفی کی منازل جلدی طے کروانا چاہتے تھے۔ جب کہ بلھے شاہ ابتداء میں اپنے مرشد کی فکر کے مطابق اتنی تحریک نہ دکھا سکے جس پر آپکے مرشد نے ناراضگی کا اظہار کیا اور اپنے سے بلھے شاہ کو الگ کر دیا اس سے بلھے شاہ کو بہت صدمہ ہوا اور اپنی غلطی کی معافی کی کوشش کرنے لگے۔ احمد حسن قریشی اس بلھے شاہ کی کیفیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔:

"بلھے شاہ کی مرشد سے دوری ان کے لیے سوہان روح بن گئی۔ وہ پریشان ہو کر آبادیوں اور ویرانیوں میں پھرتے رہے۔ آخر مرشد کی چوکھٹ پر پہنچے اور مرشد نے انہیں سینہ سے لگایا۔ اس وقت ان کو ایک روحانی سکون حاصل ہوا، اور کھویا ہوا راستہ دوبارہ مل گیا۔ شراب معرفت سے سرشار ہو گئے اور پھر انہوں نے اپنے کلام میں سلوک و معرفت، جذبہ حق و صداقت، مستی و بے خودی اور القائے الٰہی کے گیت گائے ہیں۔ آپ کے کلام میں وحدت الوجود کا بیان بڑی بے باکی سے ملتا ہے۔ بے باکی اور اثر انگیزی، حق گوئی اور

راست کرداری، زور کلام اور پر اثر اظہار بیان تذکیہ نفس اور طہارت قلب آپ کے کلام کی خوبیاں ہیں۔" (۸)

اھلِ تصوف فرماتے ہیں کہ طالب معرفت جب حقیقت کی راہوں کو چھوتا ہے اور پھر ایک ایسی منزل پر پہنچتا ہے اور جس میں وحدت الٰہی کے مشاہدہ سے بے خود ہو جاتا ہے، اور اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے اور عجز و انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ ایسی صوفیانہ کیفیات کو بلھے شاہ اس طرح اظہار کرتے ہیں:

نہ میں مومن وچ مسیتاں
نہ میں وچ کفر دیاں ریتاں
نہ میں پاکاں وچ پلیتاں
نہ میں موسیٰ نہ میں فرعون
بلھیا کیہہ جاناں میں کون (۹)

بلّھے شاہ نے اپنی شاعری میں اپنی صوفیانہ فکر کو نہایت ہی احسن اور اکمل طریقہ سے بیش کیا ہے۔ راہ تصوف پر چلنے کے لیے سب سے ضروری پہلو اللہ تعالیٰ کی رضا و توفیق ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لیے بلّھے شاہ کے نزدیک عبادت و ریاضت کے ساتھ ہی انسان تصوف کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہی اصل میں تصوف ہے۔ جب انسان اپنا آپ کو بھلا کر خود کو اللہ کے حضور پیش کر دیتا ہے تو وہ تصوف کی منزل کو پا لیتا ہے۔ اس بارے میں پروفیسر غلام جیلانی مخدوم رقم طراز ہیں:

"سارے ظاہر تے باطن دے کمالاں دا ایہہ اصل اے کہ دل نوں اللہ تعالیٰ دی یاد توں بغیر ہر چیز توں پاک رکھیا جاوے اتے حقیقی محبوب دے بناں کسے ہور چیز دا خیال تک دل وچ نہ آوے۔ جدوں اللہ تعالیٰ بندے دے دل وچ وسدے نیں، اوس ویلے محبوب حقیقی دی ہر چیز یعنی وڈیائی تے قدرت وغیرہ ہر اک چیز بندے دے دل وچ آجاندی اے۔ اوس وقت بندہ اپنی ذات نوں فنا ہو کے اللہ تعالیٰ دی ذات تے صفات نال زندہ رہندا اے۔ ایسے چیز داناں تصوف اے۔" (۱۰)

تصوف اصل میں اپنے نفس کو دنیوی خواہشات سے محفوظ رکھنے کا ہی نام ہے اور اسی کو ہی تزکیہ نفس کہا گیا ہے، ارشادِ الٰہی ہے :

"قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا۔ وَالْأَخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔"(۱۱)

'وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ نفس کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ "

اور پھر ایسے لوگوں پر رحمت ربانی بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی:

"يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"(۱۲)

"اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر دیتا ہے اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ "

تصوف کو ڈھونڈنے والے کی طلب صرف دیدار الٰہی اور وصال الٰہی ہوتی ہے۔ تصوف کی راہ کی سختیوں کو عبور کرنا اللہ پاک کی مدد اور فضل کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ حضرت بلّھے شاہ فرماتے ہیں:

بُلّھے نالوں چُلھا چنگا، جس پر طعام پکائیدا
رل فقیراں مجلس کیتی، بھورا بھور اکھائیدا
رنگھڑ نالوں کِھنکر چنگا، جس پر پیر گھسائیدا
بُلّھا شوہ نوں سوای پاوے، جو بکرا اپنے قصائی دا(۱۳)

تصوف کے مقام تک پہنچنے کے لیے سالک کو ایک رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ رہنما کے بغیر سالک کا بھٹک جانے کا اندیشہ ہے اور وہ رہنما، رہبر کو ہم صوفیاء کی زبان میں مرشد کہتے ہیں۔ کامل مرشد طالب کی رہنمائی کرتے ہوئے طالب کو اپنی نگرانی میں رکھتا ہے اور پھر تصوف

کی وہ گھاٹی پار کراتا ہے جو اس کی منزل ہے۔ تصوف میں پیر کامل کی بہت ضرورت و اہمیت ہوتی ہے۔ اس میں شیخ کے بغیر کوئی صوفی تصوف کی راہوں کو کامیابی سے عبور نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ کسی بھی راستہ پر چلنے کے لیے رہنمائی کی ضرورت ہے، اسی وجہ سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" (۱۴)

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ پکڑو۔"

راہ تصوف میں مرشد کی ضرورت کے بارے میں حضرت بلّھے شاہؒ فرماتے ہیں:

جو کوئی اُس نوں لّکھیا چاہے
باجھ وسیلے لّکھیا نہ جائے
شاہ عنایت بھیت بتائے
تاں ہی کُھلے سبھ اسرار(۱۵)

بلّھے شاہ نے جابجا مرشد کی اہمیت اور کامل مرشد کے بارے میں اشعار درج کیے ہیں۔ ناقص مرشد طالب حق کی طلب پوری نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے پاس تلقین اور راہ حق کا درس ہوتا ہے۔ اس طرح کے نا حق مرشد کو پکڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ ایسا مرشد طالب کو اس کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ بلّھے شاہ فرماتے ہیں:

میں کمیں کُجّی کوجھی، بے گُن کون وچاری
بُلّھا شوہ دے لائق ناہیں' شاہ عنایت تاری(۱۶)

ے علم کے لغوی معنی "دانش، دانائی، واقفیت، آگاہی" کے ہیں۔(۱۷)
علم کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" (۱۸)

"آپ بتائیں کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔"

انسان کے لیے علم حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔علم کی تلاش کے لیے انسان کو دنیا کے کسی کونے میں بھی جانا پڑے تو ضرور جانا چاہیے کیوں کہ بے علم اور جاہل تصوف کا راہی نہیں بن سکتا۔طالبِ مولیٰ (اللہ) علم کی روشنی میں ہی اپنی منزلوں کو عبور کرتا ہے۔طالب کو گمراہی اور کفر کے کھڈے میں گِرنے سے علم ہی بچاتا ہے۔

سوچنے والی بات ہے کہ علم کا ماخذ کیا ہے۔علم کے چشمے کہاں سے پھوٹتے ہیں۔اس بات پر قرآن رہنمائی فرماتا ہے:

"عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ"(۱۹)

"آدمی کو وہ (علم) سکھایا جو کہ (پہلے) نہیں جانتا تھا۔"

سالک جب تصوف کی منزل کی طرف بڑھتا ہے تو اس کو یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ اس گمراہی کے کھڈے میں سے نکلنے کا راستہ علم ہی ہے۔علم ہی سے اسرار و رموز سے طالب آشکار ہوتا ہے۔علم تو وہ سمندر ہے جس کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ کرنا ناممکن ہے، اس لیے بلّھے شاہ کے نزدیک بیش بہاعلم حاصل کرنے کی بجائے اتنا ہی علم حاصل کرو جتنا کہ آپ اس کو اپنے اندر سمو سکو۔علم کی اہمیت کے بارے میں۔ حضرت بلّھے شاہ فرماتے ہیں:

عِلموں بس کریں او یار
اِکّو الف تیرے درکار
عِلم نہ آوے وِچ شمار
اِکّو الف تیرے درکار(۲۰)

حضرت بلّھے شاہ نے عالموں پر بہت حیرت کا اظہار کیا ہے۔جو علم حاصل کرنے کے بعد تکبر میں پھنس جاتے ہیں۔جہاں کھانے پینے کو ملتا ہے۔وہاں بُلند آوازیں لگا لگا کے کلام پڑھتے ہیں۔اس طرح کے عالم اپنی تعریف خود کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور نفسیاتی لالچ میں آکے اپنے علم کو فروخت کرتے ہیں۔اس طرح کے عالم حق کو چھپا کر طرح طرح کے نئے علمی نکتوں کا سہارا لیتے ہیں ایسے عالموں نے دنیا کے حصول

کے لیے علم حاصل کیا ہوتا ہے۔وہ دونوں جہانوں میں پریشان ہو جاتے ہیں۔بابا بلّھے شاہ فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ ہویا
بھر بھر پیٹ نیندر بھر سویا
جاندی وار نین بھ رویا
ڈُبّا وِچ، اُرار نہ پار(۲۱)

راہ تصوف کی حقیقت شریعت کی تابعداری میں چھپی ہوتی ہے۔شریعت کا پہلا رکن اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن پاک ہے اور دوسرا رکن سنت رسولؐ ہے۔گویا کہ صوفیائے کرام نے بھی ہمیشہ محبت الٰہی کے ساتھ محبت رسول ﷺ اور اتباع رسول کو بھی فوقیت دی۔ارشادِ ذوالجلال:

"وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہ" (۲۲)

"جو حکم میرا محبوب تم کو دے اس کو قبول(من و عن) کرو اور جس کام سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔"

اللہ تعالیٰ کے دیدار پر فنا فی اللہ ہونے کی راہ شریعت کے دروازے میں سے نکلتی ہے۔شریعت کے راستے پر سب سے بڑی رکاوٹ آپ کا نفس ہے۔نفس طالب کو تصوف کی راہ پر چلنے سے روکتا ہے۔طالب کو اس راستے پر چلنے میں بے شمار مشکلات اور رکاوٹوں سے واسطہ پڑتا ہے۔جیسے ہیرے، لعل،جواہرات کی قدر سنیار ہی پہچانتا ہے۔اسی طرح تصوف کے خزانے کی قدر ایک فقیر کو ہی ہو سکتی ہے۔

نفس دنیا کا پجاری ہوتا ہے۔سالک کو دنیا کے خزانوں میں محو کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو سالک اپنے نفس کی نہ سنے وہی سالک تصوف کے مقام تک پہنچتا ہے۔تصوف جب معرفت الٰہی حاصل کرنے کے لیے راہِ سلوک پر چلتا ہے۔نفس طالب کو غرور، تکبر، ریاکاری، خود پسندی، بغض، کینہ، حسد اور کدورت سے رجوع کرنے کے لیے مجبور کرتا ہے۔نفس و شیطان طالبِ تصوف کو اس راہ پر چلنے سے روکنے کے لیے

اپنا ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ تصوف کا راستہ گھپ اندھیروں کے گھیروں سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت بلّھے شاہ نفس کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس لالچ نفسانی کولوں، اوڑک مون مُناویں گا
گھاٹ زکوٰۃ منگن گے پیادے، کہہ کیہہ عمل دکھاویں گا
آن بنی جد سر پر بھاری، اگوںکیہہ بتلاویں گا
حجب کریں درویشی کولوں کد تک حکم چلاویں گا(۲۳)

کلمہ طیبہ ہی مسلمان ہونے کی بنیاد اور اسّس ہے۔ زبان کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنے والا مسلمان اور دل سے کلمہ طیبہ پڑھنے والا مومن کہلاتا ہے۔ کُل درویش، صوفی، راہِ تصوف کے راہی، اہل اللہ تصوف دل کے ساتھ کلمہ پڑھنے پر زور اور توجہ دیتے ہیں۔ حضرت بلّھے شاہ نے کلمے کے بارے میں لکھا ہے:

صبغۃ اللہ کی بھیچکاری، اللہ الصّمد پیا مونہہ پر
ماری
نور نبیؐ دا حق سے جاری، نور محمد صلی اللہ
بُلھا شوہ دی دھوم مچھی ہے، لآ اِلٰہ اِلاّ اللہ
ہوری کھیلوں گی کہ کر بسم اللہ(۲۴)

جس انسان کا دل صاف ہو وہ دنیا و آخرت کو پا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب رہتا ہے۔ بلّھے شاہ فرماتے ہیں:

عشق تیرا درکار اسانوں، ہر ویلے ہر حیلے
پاک رسُول محمدؐ صاحب، میرے خاص وسیلے
بُلھے شاہ جے ملے پیارا، لکھ کراں شکرانے(۲۵)

اللہ پاک نے قرآن پاک میں تفکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس سے انسان صحیح اور غلط میں تمیز کرتا ہے۔ جب انسان سوچتا ہے کہ اللہ نے اُسے پیدا کیا ہے اور اس کے دنیا میں آنے کا مقصد اللہ کی عبادت اور نبی ﷺ کی اطاعت ہے۔ نبیوں پر ایمان، آسمانی کتب پر ایمان اور آخرت پر ایمان ہے تو اس کے تصوف تک پہنچنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ اور سب سے بڑی عبادت ذکر الٰہی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"فَاذْكُرُوْنِیۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" (۲۶)

"تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔"

اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کے دل کو میل کچیل سے پاک کر کے تصوف کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ ذکر اور تصوف سے طالب تصوف کی شیطانی، حیوانی، نفسانی خواہشات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بلّھے شاہ اپنے کلام میں فرماتے ہیں:

رانجھا جوگی تے میں جوگیانی
اس دی خاطر بھرساں پانی
اینویں پچھلی عُمر وِہانی
اُس مینوں ہُن بھرمایا(۲۷)

صوفیاء کی بہت بڑی خوبی اللہ پر توکلبھی ہے۔ جس میں انسان اپنے تمام معاملات اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ لوگ خوشی و غمی راحت و رنج، فقیری و امیری بل کہ ہر حالت اور زندگی کے تمام شعبہ جات میں توکل علی اللہ کو اپنی زندگی کا زینہ بناتے ہیں۔ توکل کا حکم اللہ نے خود دیا۔ اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" (۲۸)

"اُس اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو۔"

تصوف کی راہ پر چلنے والا زندگی کے ہر معاملے میں اللہ پر ہی توکل رکھتا ہے چاہے وہ معاملہ دینی ہو یا دنیاوی۔ یعنی توکل وہ جام ہے جس کو پی کر انسان کو کسی بھی قسم کا خوف نہیں رہتا۔ اس ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

جس تن وچ عشق دا جوش ہویا
اوہ بے خود ہو بے ہوش ہویا

اوہ کیوں کر رہے خاموش ہویا
جس پیالہ پیتا ساقی دا(۲۹)

تصوف کی راہ پر چلنے والے ہمیشہ دنیا سے دور رہتے ہیں۔دنیا کی رنگینیوں میں اپنا وقت برباد نہیں کرتے۔اس لیے فقیر جنگلوں بیلوں کا رُخ کرتے ہیں۔تا کہ پوری یکسوئی اور دل جوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر و فکر اور مراقبہ کرتے ہیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ اللہ رب العزت کی عبادت میں یکسوئی حاصل کرنے کے لیے غارِ حرا میں جاتے تھے۔اسی طرح فقیر، درویش اور صوفی لوگ بھی محض دنیا کے کھیل تماشے سے بچنے کے لیے ہر وقت عبادت و ریاضت میں رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بزرگ اور تصوف کی منزلوں کو پا لینے والے ہمیشہ سے دنیا کو بُرا یا عبرت کی جگہ کہتے اور سمجھتے آئے ہیں۔کیوں کہ یہ دنیا فانی ہے،عارضی ہے۔جب کہ اگلی دنیا دائمی اور ابدی ہے۔بلّھے شاہ اس پیرائیمیں لکھتے ہیں:

ماں پیو تیرے گنڈھیں پائیاں
اُجے نہ تینوں سُرتاں ُ آئیاں
دِن تھوڑے تے چا مکلائیاں
نہ آسیں پیکے وت کڑے(۳۰)

صوفیائے کرام نے ہمیشہ لوگوں کو نیک عمل کرنے کی تلقین بھی کی اور خود بھی اعمال صالح کر کے دکھائے، اور اعمال صالحہ پر ہی مغفرت و بخشش کا انحصار ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد نیک اعمال کرنے والوں کو ہر قسم کے نقصان سے بچنے کا مژدہ سنایا۔ارشادِ خداوندی:

”اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔“(۳۱)

”بے شک انسان خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے“

یہی تعلیم و تبلیغ بھی کلام بلھے شاہ سے ملتی ہے۔اسی کے تحت پروفیسر ڈاکٹر سید اختر جعفری لکھتے ہیں:

”سید بلھے شاہ ہوریں عمل کرن اتے بہتا زور دیندے نے کیوں جے اگلے جہان عملاں اتے ای سبھے نبیڑے ہونے نیں۔ جس دے عمل چنگے ہون گے اوہ بچھ پرتیت توں بناں ای جنتی بن جاوے گا تے بے عملاں نوں دوزخ وچ سزا دتی جاوے گی اور پھر پچھو تان گے۔ تے جھورن گے کیوں جے اوتھے بخشش دا ہور کوئی ذریعہ نہیں۔“(۳۲)

بلھے شاہ مذکورہ فکر کو اپنے کلام میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

کت کڑے نہ وت کڑے
چھلی لاہ بھڑولے گھت کڑے
جے داج وہونی جاویں گی
تاں کسے بھلی نہ بھاویں گی
اوتھے شوہ نوں کویں ریجھا ویں گی
کجھ لے فقیراں دی مت کڑے(۳۳)

دوسری جگہ پر حضرت بابا بلھے شاہ عمل کرنے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

کر کتن ول دھیان کڑے
میں کوکاں کر کھلیاں باہیں
نہ ہو غافل سمجھ کرائیں
ایسا چرخہ گھڑناں ناہیں
پھیر کسے ترخان کڑے
کر کتن ول دھیان کڑے(۳۴)

بلّھے شاہ کی صوفیانہ شاعری کا جائزہ لینے کے بعد ہم یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ بلّھے شاہ کے کلام میں ہمیں جو تصوف نظر آتا ہے وہ عملی ہے۔کیوں کہ

وہ پڑھنے والے کو تصوف کی باریک بینیاں سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے اور ان پر عمل کرنے کی تلقین بھی کی ہے۔بلّھے شاہ نے تصوف کی روایت کو نہایت منظم اور مضبوط طریقہ سے نبھایا ہے۔ان تمام اقتباسات جس میں بلھے شاہؒ کے کلام سے اکثر انکے تصوف سے متعلق ارشادات،افکار اور جہات کو پیش کیا گیا ہے۔جس سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ حضرت بلھے شاہؒ تعلیمات اسلامیہ سے سرشار، اپنے شیخ (مرشد) کے نہایت ہی تابع فرمان شخصیت تھے انہوں نے اپنے کلام اور افکار کے ذریعے لوگوں تک تصوف کی عملی تعلیم و تربیت کو اچھے طریقہ سے پہنچایا۔اور تصوف میں سب سے پہلا کام مرشد سے عقیدت و محبت ہے، اور ان کی تعلیمات، عمل اور تربیت کو اپنے اندر Absorb کرنا ہے اور ہر قسم کے تکبر، غرور، خود نمائی وغیرہ سے دوری کا درس دیا ہے اور ہر وقت قربت الٰہی محبت اپنی اطاعتِ رسول، اخوت، زہد اور تقویٰ اور برداشت کو اختیار کرنا ان کے کلام کی بنیادی خصوصیات ہیں اور یہی آپ کی صوفیانہ فکر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالمجید، ڈاکٹر، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1994ء، ص:171

۲۔ عارف عبدالمتین، پرکھ پڑچول، لاہور: عزیز بک ڈپو، 2000ء، ص:88

۳۔ حمید اللہ ہاشمی، پنجابی ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: تاج بُک ڈپو، س۔ن، ص:168

۴۔ عارف عبدالمتین، پرکھ پڑچول، لاہور: عزیز بک ڈپو، 2000ء، ص: 89

۵۔ قادری، غلام سرور، مفتی، حدیقۃ الاولیاء، لاہور: 1976ء، ص:122

۶۔ محمد شفیع مولوی، ڈاکٹر، اولیائے قصور، لاہور: ربانی نقب خانہ، 1992ء، ص:97

۷۔ کلیات بلھے شاہ، بااہتمام، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، لاہور: پنجابی ادبی اکادمی، 1964ء،

۸۔ قریشی، احمد حسن احمد، پنجابی ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: میری لائبریری، 1964 ء، ص:82

۹۔ کافیاں بلھے شاہ، اردو ترجمہ: عبدالمجید بھٹی، اسلام آباد، لوک ورثے کا قومی ادرہ، 1980ء

۱۰۔ اقبال صلاح الدین، مرتب، لعلاں دی پنڈ، لاہور: عزیز پبلشرز،1992ء، ص:233

۱۱۔ سورہ الاعلیٰ: 14۔17

۱۲۔ سورہ آل عمران: 74

۱۳۔ آکھیا بلّھے شاہ نے، مرتب؛ محمد آصف خاں، لاہور:پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، تیجی وار، دسمبر 2006ء، ص: 145

۱۴۔ المائدہ:35

۱۵۔ آکھیا بلّھے شاہ نے، مرتب؛ محمد آصف خاں، ص: 407

۱۶۔ ایضاً، ص: 346

۱۷۔ فیروز دین مولوی، فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ساتویں اشاعت، 2015ء، ص:955

۱۸۔ سورہ الزمر:9

۱۹۔ سورہ العلق:5

۲۰۔ آکھیا بلّھے شاہ نے، مرتب؛ محمد آصف خاں، ص: 227

۲۱۔ ایضاً، ص: 228

۲۲۔ الحشر: 7

۲۳۔ آکھیا بلّھے شاہ نے، مرتب؛ محمد آصف خاں، ص:171

۲۴۔ ایضاً، ص411

۲۵۔ ایضاً، ص: 222

۲۶۔ البقرہ: 152

۲۷۔ آکھیا بلّھے شاہ نے، مرتب؛ محمد آصف خاں، ص :154

۲۸۔ المائدہ: 23

۲۹۔ آکھیا بلّھے شاہ نے، مرتب؛ محمد آصف خاں، ص:260

۳۰۔ ایضاً، ص:237

۳۱۔ العصر، 3-2

۳۲۔ اختر جعفری، سید، ڈاکٹر، نویں زاویے، لاہور: پبلشرز ایمپوریم، الفضل مارکیٹ، جولائی 1987ء، ص:69

۳۳۔ یٰسین ظفر، حضرت بلھے شاہ تصوف تے کلام، لاہور: ص:177

۳۴۔ کلیات بلھے شاہ، ص:184